رہائی

میرا اپنا ذاتی خیال ہے جس وقت سلیقہ شعاری، نظم وضبط وحسن ترتیب کا خمیر تیار کیا گیا تو سب سے پہلے یعنی تازہ بہ تازہ خمیر سے انہیں ہی ڈھالا گیا تھا۔

خاندان بھر ان کے گن گاتا تھا..... بڑی کم عمری میں ہی خاصی مستحکم شخصیت کی حامل گردانی جاتی تھیں۔

خاندان بھر کے بچوں میں بڑی تھیں..... اس لئے خاصے ٹھسے سے مخاطب ہونے کی عادی تھیں۔

میں ان کے چچا کا سوتیلا بیٹا تھا۔ میری والدہ ان سب کے لئے غیر خاندان کی تھیں، پہلی شادی سترہ برس کی عمر میں کر دی گئی تھی۔ بیس برس کی عمر میں بیوگی کے گرداب میں پھنس چکی تھیں۔ اس وقت میں دو برس کا تھا۔

میری والدہ ہی کی زبانی مجھے علم ہوا تھا کہ وہ دوسری شادی کے لئے قطعی راضی نہ تھیں مگر انہیں بہت مجبور کر دیا گیا تھا کہ وہ اس وقت خاندان کی کنواری لڑکیوں سے بھی چھوٹی تھیں اور ان کے بہی خواہ ان سے لاتعلق نہیں رہ سکتے تھے۔

معاف کیجئے.....! میں بات کر رہا تھا، اپنی ''اِن ڈائریکٹ'' کزن کی۔ اللہ نے تو انہیں اچھا خاصا دلکش سراپا و حسین چہرہ دیا تھا مگر اس اچھی بھلی صورت پر جھرجھر برستی ''ہیڈ مسٹریسی'' خالصتاً ان کا ذاتی کارنامہ تھا۔

پہلے پہل جب میں ان کے ہاں جایا کرتا تھا تو رعبِ ادب سے گھگھی بندھنے لگتی تھی۔

انتہائی کڑک آواز سے دروازے پر ہی روک دیا جاتا (بچپن کے زمانے سے آغاز کر رہا ہوں)
''جوتے جھاڑ کر آئیں۔''

پہلے روز تو اس زور سے ٹانگیں کانپی تھیں۔ غالباً جوتے خود بخود جھڑ گئے تھے۔

پھر اس کے بعد تو میں نے ان کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔

پتا چلا تھا بلکہ صاف ظاہر بھی تھا کہ وہ خاندان بھر کے بچوں سے بڑی سہی مگر مجھ سے چھوٹی ہیں۔

اب تو جب بھی ان کے ہاں جاتا ہوں (اب تو یوں بھی روز جانے کو جی چاہتا ہے) اتنی زور سے پاؤں پٹختا ہوں کہ جب تک موصوفہ اپنی صفائی ستھرائی کا سلسلہ منقطع کر کے چیخ کر یہ نہ کہہ دیں ''بند کریں یہ لیفٹ رائٹ.....'' میں پاؤں پٹخنا بند نہیں کرتا۔

آپ سے کیا چھپانا، میں جاتا ہی اس وقت ہوں جب ان کا صفائی ستھرائی کا دورانیہ چل رہا ہوتا ہے..... کس قدر لطف آتا ہے انہیں ستانے میں۔ ہفتے بھر کی لذیذ ڈش بھی ہوتی ہے۔

آج جب برآمدے میں داخل ہوا تو جھاڑو قریب رکھے، پائپ لگائے، پائینچے چڑھائے، چوٹی گھیرے کی صورت میں سر پر لپیٹے، وہ ستون سے لگی عشق پیچاں کی بیل درست کر رہی تھیں۔

''بیلیں تو اور بھی ہیں، یہی بیل یہاں لگانے کی کوئی وجہ.....؟'' میں نے ان پر آج پہلا جملہ کیا۔

''مرضی ہماری.....'' وہ تنک کر بولیں۔

''اجی ایسے ہی مرضی..... عشق کا معاملہ ہے..... اس بیل میں پیچ در پیچ عشق لپٹا ہوا ہوتا ہے..... غیر شادی شدہ لڑکیوں کو اس کے زیادہ قریب نہیں آنا چاہئے۔ میں نے کسی بڑے سے سنا ہے لڑکیوں کو خاص احتیاط کرنا چاہئے۔ اس بیل کی زیادہ قربت سے وہ مبتلائے عشق ہو سکتی ہیں..... اس بیل کے پاس سے ہٹتے ہی جو پہلا بندہ ٹکراتا ہے، وہی پھنس جاتا ہے اور اس گھر میں تو ادائیگی وصولی سب آپ ہی کی ذمہ داری ہے۔ فرض کریں آپ اس بیل کے پاس چپکی کھڑی ہوں اور دھوبی آ جائے۔ اگرچہ یہ دھوبی کی خوش قسمتی ہوگی..... مگر آپ.....''

''آپ باز نہیں آئیں گے، اظفر بھائی.....!'' وہ دانت پیس کر غرائیں۔

اوّل اوّل تو واقعی میری بات سیریس ہو کر سننے لگی تھیں۔ خاصی بے وقوف ہیں مگر ہیں سادگی دراصل ان کا سارا حسن ہے۔

''آج میں جوتے جھاڑ چکا ہوں اگر آپ پھر کہیں گی تو اقوام متحدہ سے رجوع کروں گا۔ آپ کی جارحیت کے خلاف.....''

''اماں .....! دیکھئے..... اظفر بھائی کو..... آ جاتے ہیں لے کے.....'' وہ بڑبڑائیں۔

''اس قدر پر پیچ عشق سے آپ جھک مارتی ہیں۔'' میں نے بیل کی سمت اشارہ کیا۔ پھر آہستگی سے گویا ہوا..... ''یہ سیدھا سادا نظر نہیں آتا.....؟''

''کیا.....؟'' وہ بیل کو اور غور سے دیکھنے لگیں۔ غالباً کچھ سیدھا سیدھا، اسی میں ڈھونڈ رہی تھیں۔

جی چاہا ان کے ہاتھ سے جھاڑو لے کر دل میں جھاڑو لگا کر ان کا سارا عشق جھاڑ ڈالوں یا جی بھر کے اپنا سر پیٹ ڈالوں۔

بس پاؤں پٹختا اندر کی سمت چل دیا تھا۔

♦ ♦ ♦

آج بہت دنوں بعد ان کی طرف آنا ہوا تھا۔ گھر میں عجیب چہل پہل دکھائی دی تھی۔ بچوں کی زبانی ہی پتا چلا تھا کہ ان کی باجی یعنی محترمہ نیلوفر کے رشتے کے سلسلے میں کچھ لوگ تشریف لا رہے ہیں۔ خاصے پسندیدہ لوگ ہیں، سب سے بڑھ کر دادی اماں کو پسند آئے ہیں جنہیں اپنی پوتی کے لئے کوہ قاف کے کسی باشندے کا انتظار رہا ہے۔

پہلے پہل تو میرے اوسان خطا ہوئے پھر دل کو ڈھارس دی کہ ابھی تو صرف بات چیت شروع ہوئی ہے۔ فائنل میچ تو دُور کی بات ہے۔

بچوں میں اُلجھا ہوا ان کی دادی جان کی، جو میری بھی دادی کہلاتی تھیں، آواز میں گاہے گاہے سن رہا تھا۔

''ارے نیلی وہ لوگ آ رہے ہوں گی بیٹی.....! نہا دھو کر کپڑے بدل لو، ہوتے رہیں گے سب کام۔''

میں ان کی متوقع آمد کے سبب ان کے کمرے میں جا بیٹھا، وہ آکر کپڑے نکال رہی تھیں۔

''کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں.....؟''

''آپ.....؟'' وہ حیران ہو کر میری سمت پلٹیں۔

''ہاں بھئی.....! ایک گارمنٹ فیکٹری میں کئی ماہ کام کیا ہے۔ مجھ سے زیادہ کلر سینس شاید ہی موجود افراد میں سے کسی کو ہو، مگر آپ مانیں گی کب۔''

وہ کچھ متردد سی نظر آئیں۔

''اچھا چلیں بتائیں.....؟'' بالآخر انہوں نے فیصلہ کر لیا۔

''آپ کے پاس کوئی سفید سوٹ ہے.....؟'' میں نے استفسار کیا۔

''جی.....!'' ان کی آنکھوں میں اُلجھن تھی۔ اتنی پیاری آنکھیں کہ جب بھی دھیان آتا تھا، جی چاہتا تھا (شاید لڑکیوں کو علم نہیں..... مرد سوچ میں کس قدر بے باک ہوتے ہیں) جی چاہتا تھا..... کہ..... خیر یہ بات نا قابل بیان ہے..... چھوڑیں۔

''آپ ایسا کریں سفید شرٹ کے ساتھ سرمئی شلوار اور یہ کالا دوپٹا پہنیں.....''

''جی.....؟'' وہ احمقانہ حد تک بے وقوف نظر آئیں..... پھر ایک دم کچھ سوچ کر میری سمت دیکھا.....'' ٹھیک ہے..... جیسے آپ کہتے ہیں..... اتنے لائق ہیں، ظاہر ہے غلط مشورہ کیسے دے سکتے ہیں.....؟'' ان کی معصومیت نے مجھے خاصا شرمندہ سا کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ مہمانوں کے سامنے جا رہی تھیں تو ان کا حلیہ دیکھ کر مجھے خاصی گدگدیاں سی ہوئی تھیں..... یہ اور بات کہ ان کی دلکشی کسی بھی شے کی مرہونِ منت نہیں تھی۔ وہ ہر حلیے میں دل میں اُترنے کی صلاحیت رکھتی تھیں اور میرا دل اس خیال سے متعدد بار کانپا بھی تھا۔

مجھے ہر بات کا احساس تھا۔ ان کا حلیہ بگاڑ کر دراصل میں نے رقیبانہ جذبات کو بہلانے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ یہ کس قدر بچکانہ سا طریقہ تھا۔ اس طرح..... قیامتیں ٹل تو نہیں جاتیں۔

پھر مجھے کیا کرنا چاہئے..... اس شخص سے جا کر صاف صاف کہہ دینا چاہئے..... برائے

مہربانی آپ اگلے محلے سے مداخلت بند کیجئے..... ہم گھر کے ہی بندے ہیں..... ہمیں کراس کرنے کی کوشش کریں گے تو عین برأت کے دن گولی مار دوں گا۔

یا.....

لڑکی بہت بے وقوف ہے..... اسے صرف میں ہی نباہ سکتا ہوں.....! آپ کے بس کی بات نہیں۔

یا.....

انہی سے کہہ دوں..... ستم گر..... زندگی کا سوال ہے..... میرے ارادے کی طاقت بن جا۔

خدا کی قسم.....! کیا حالت ہو رہی تھی میری، ان کے فرشتوں کو خبر نہیں تھی..... دل کس قدر اندھا ہوتا ہے، آیا بھی تو کس پر.....؟ یہ لڑکی ہے یا برف کی سل.....؟ میری بے قراری کی کوئی انتہا نہیں تھی اور ان کی مزے سے گزر رہی تھی۔

پھر میں اس روز عین اس وقت ان کے گھر سے باہر آ گیا تھا..... جب ان کی والدہ محترمہ ان کی جھاڑ پونچھ میں مصروف تھیں کہ اس قدر بد سلیقگی سے کپڑے پہننے کا مشورہ آخر انہیں کس ''بیوقوف'' نے دیا تھا.....؟

♦ ♦ ♦

فورتھ ائیر پرائیوٹ کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں..... ایک روز جو اُن کے ہاں جانا ہوا..... دیکھا ڈھیروں کتابیں، کاغذ پھیلائے اس قدر پریشان نظر آئیں گویا ساری دُنیا کی پریشانیوں نے ان کے چہرے کو ٹھکانا بنا لیا ہو۔

میری شکل دیکھتے ہی گویا ہوئیں۔

''اظفر بھائی..... یہ معاشیات اور اُردو ہمیں بی اے نہیں ہونے دیں گی۔''

''کیا یہ بیاہ ہونے کی شرط ہے.....؟'' میں نے انہیں چھیڑا..... حالانکہ اس قسم کے مذاق کرتے وقت میرا دل لرزنے لگتا تھا..... مجھے قوتِ حیات کی کمی کا احساس ہونے لگتا تھا۔

ان کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا..... ایسے لمحے مجھے ''عہدِ حسرت'' کی وہ معصوم کزن یاد آئی جو

بھری دوپہر میں ننگے پاؤں چھت پر آتی تھی۔

"بھئی معاشیات مع اِکویشنز تو میں سمجھا دوں گا...... اُردو میں صرف شاعری پڑھا سکتا ہوں...... نثر سے مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے...... کہیں آپ کو اُلٹے میرے ہی تلوے سہلانے پڑ جائیں۔"

"چلیں آپ نظم کا حصہ ہی پڑھا دیں، مجھے تو مارے فکر کے رات کو نیند ہی نہیں آتی۔"

میں ازحد خوش ہوا...... اور کچھ نہیں تو کھلی آنکھوں ساتھ تو ہے۔

"کیا واقعی......؟" میں نے بہت مسرور سی کیفیت میں پوچھا۔ گویا جب میں جاگ رہا ہوتا ہوں تو موصوفہ بھی جاگ رہی ہوتی ہیں شاید حیلے بہانے مجھے بھی سوچ میں لے آتی ہوں۔ دن بھر کی رپورٹ پر غور تو کرتی ہوں گی...... عام طور پر ان کے روزمرہ کے واقعات میں میری آمد کا واقعہ تو یوں بھی ہوتا ہے۔

آہ......!

میں تو کبیر داس کے دوہے کی اُس جوگن کی کیفیت میں پہنچ چکا تھا جہاں وہ معشوق کی لالی دیکھ کر خود ہی لالوں لال ہو جاتی ہے۔ میرا دل ان کی سمت بے ساختہ کھنچتا تھا جیسے وہ مقناطیس ہوں اور میں لوہے کا ٹکڑا۔

"آپ عالم پریشانی میں کچھ سوچتی تو ہوں گی......؟" میں نے ان کے باطن میں جھانکنے کی کوشش کی۔

"ہاں...... اور کیا اُلٹی سیدھی سوچیں تو آتی ہی ہیں جب نیند نہیں آتی۔" وہ بڑی سادگی سے بولیں۔

"مثلاً......؟" میرا اشتیاق سوا ہو گیا۔

"یہی کہ گوشت ختم ہو چکا ہے...... بھائی میاں کو بتانا یاد ہی نہیں رہا...... تین دن سے جمعدارنی نہیں آئی ہے، صبح اُٹھتے ہی دونوں باتھ روم دھونے ہیں۔"

"بس بس خدارا......!" میں نے اپنے خیالات کو اس طرح کرچی کرچی ہوتے ہوئے دیکھا تو جھلا گیا۔

وہ معصوم صورت بنائے میری طرف دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں تو میں سنبھل کر بولا۔

"لاؤ...... کسی عمدہ سے شاعر کے اشعار سمجھا دوں...... کچھ تو فضا بحال ہو۔" میں نے ان کے ہاتھ سے اُردو کی کتاب لے لی۔

"یہ میں نے اشعار پر نشان لگائے ہوئے ہیں، اتنے مشکل شعر ہیں کہ حل پرچہ بات میں جو تشریح ہے میری سمجھ میں وہ بھی نہیں آتی۔" عجب انداز بے بسی تھا میں ان کے چہرے پر اِک نگاہ ڈال کر رہ گیا۔

جو نشان زدہ شعر پہلے پہل سامنے آیا، وہ اس قدر حسب حال تھا کہ دل جھوم کر رہ گیا واقعی بات بہت مشکل تھی، ان کی سمجھ میں آتی بھی کیسے......؟

"چلیں شعر پڑھیں...... پھر میں تشریح کروں گا۔"

انہیں مطلب تھا۔ پریشان ازحد تھیں، جھٹ کہنا مانا یعنی شعر پڑھنے لگیں۔

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

"عنایت کی نظر ہونے سے آپ کی سمجھ میں کیا بات آتی ہے...؟" میں نے اُستادانہ انداز میں ان سے سوال کیا۔

سر پر دوپٹہ جما کر (خوب اچھی طرح) بولیں، "عنایت...؟ عنایت کا مطلب ہے...... اور کیا......؟"

"میں عنایت کی نظر پوچھ رہا ہوں...... شاگردِ ہونہار۔"

"عنایت کی نظر...... مطلب دوستی کی نظر...... دوستوں کی طرح دیکھنا۔"

"دوست کیسے دیکھتا ہے......؟" میں انہیں ستا رہا تھا۔

"دوستی سے دیکھتا ہے اور کیسے......؟" وہ جھلائیں۔

"مثلاً کیسے؟" شریر ہو کر میں نے نچلا ہونٹ دبا کر بڑی بے ساختہ نگاہ سے دیکھا تھا۔

غالباً ان کے اوسان خطا ہو گئے تھے......

"ہم نہیں سمجھ رہے آپ سے۔ آپ کو سوائے مذاق کے کچھ آتا ہی نہیں۔" وہ اُٹھنے لگیں۔

اور میری جان نکلنے لگی...... کس قدر خوش وقتی تھی کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ مقابل تھیں۔

"ار...... رے...... سمجھا رہا ہوں بھئی......! دراصل میں ذہن میں ترتیب دے رہا تھا۔

آپ کے لئے یہ شعر مشکل جو ہے۔'' میں گھبرا گیا اور پھر سمجھاتے ہوئے بولا، ''شبنم کا قطرہ بہت نازک ہوتا ہے..... بالکل عاشق کے دل کی طرح بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ عاشق کا دل بہت نازک ہوتا ہے شبنم کے قطرے کی طرح..... جس طرح سے شبنم کا قطرہ اپنے ہی عکس کی تاب نہیں لاسکتا اور سورج کی پہلی کرن اس کا عکس بناتی ہے اور یہ مٹ جاتا ہے، بالکل ستم گر محبوب کی ایک کرم نواز نگاہ بھی یوں ہی جان لے لیتی ہے۔ ترسا ترسا کر..... صبر آزما کرنا اُمیدی کے گھٹا ٹوپ سائے پھیلا کر جب ایک نگاہِ دل نواز ڈالتا ہے تو بے یقینی کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جو بیچارے عاشق کی جان لے لیتی ہے..... آہ..... جونہی..... اگر اسی طرح کبھی میری نظر کے سوال کو سمجھ کر آپ میری طرف.....''

میں نے روانی میں اپنی بات بھی شامل کی اور وہ کمال ہوشیاری سے یا سادگی سے منہ موڑ کر بولیں..... (یعنی میری بات کاٹ گئی تھیں)۔

''ایسی باتیں پتا نہیں کورس کی کتابوں میں کیوں چھاپی جاتی ہیں..... جب ہی تو سب آج کل بگڑ رہے ہیں۔'' دادی اماں کی طرح بولتی ہوئی اور اپنے بچوں جیسے معصوم چہرے کے ساتھ وہ برق بن کر میرے وجود میں اُتر گئیں۔

''اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔'' میں کسی فلسفی کی طرح انہیں گھورتے ہوئے بولا، ''یہ تو زندگی کی حقیقتیں ہیں نیلوفر صاحبہ.....! آنکھ بند کر لینے سے دن، رات تو نہیں بن جاتا نا..... جو حقیقت ہے تو بس ہے..... بالکل اسی طرح کی حقیقی بات جس طرح صفائی ستھرائی آپ کو تسکین دیتی ہے، بے ترتیبی اور گندگی آپ کو بے چین کر دیتی ہے..... یہ زندگی میں آپ کا انتخاب ہے۔ بعض چہرے..... بعض وجود..... کسی کے لئے اتنی اہمیت رکھتے ہیں کہ پھر ان کے بغیر زندگی بے چین اور بے معنی سی لگنے لگتی ہے..... یہ میرا انتخاب ہے.....''

میں نے ان کی چوری پکڑی۔ وہ میری بات کاٹنے کی غرض سے فوراً ہی وحشت زدہ سی کھڑی ہوگئی تھیں..... اور ہمیشہ کی طرح انجان بن کر بولی تھیں۔

''پتا نہیں آپ اتنی مشکل مشکل باتیں کیسے کر لیتے ہیں.....؟''

مجھے ایسے لگا..... واقعی لگا..... جیسے وہ ''ہوشیار دیوانی'' ہوں۔

♦ ♦ ♦

چند دن یوں ہی معمولات کے گزرنے پھر ایک روز یہ روح فرسا خبر ملی کہ نیلوفر کا رشتہ طے ہوگیا ہے۔ مجھے پہلے پہل تو اس اطلاع پر یقین ہی نہ آیا، ذہن ایک دم ماؤف ہوگیا۔ پھر اس تیر کی طرح وجود میں اُترتی خبر کی تصدیق کے لئے میں آندھی طوفان کی طرح ان کے گھر میں داخل ہوا۔

وہ پائینچے چڑھائے کپڑے دھونے میں مشغول تھیں اور بیٹھی بڑے تولیے نچوڑنے کی کوشش میں خود ہی بل کھائے جا رہی تھیں۔

میری آمد کا نوٹس لیا، ایک لمحے کو میری سمت بڑی توجہ سے دیکھا..... پھر مسکرائیں۔

''آپ کے کپڑے گیلے ہو جائیں گے ورنہ میں آپ سے تعاون کے لئے درخواست کرتی کہ میرے ساتھ یہ تولیہ..... خیر..... آیئے بیٹھئے گھر میں تو کوئی ہے نہیں۔'' وہ میرے ساتھ پہلی بار بڑے اعتماد سے مخاطب تھیں، وہ بھی اس وقت جبکہ گھر میں کوئی بھی نہیں تھا۔

وہ انجانا شخص اتنا پاور فل تھا کہ بغیر ملے دیکھے، انہیں اتنا بدل کر رکھا دیا..... اور میں جو اتنے برسوں سے جھک مار رہا تھا، اس میں ذرہ برابر تاثیر نہیں تھی۔ میں نے جیلس ہو کر پوچھا۔

''نام کیا ہے موصوف کا.....؟'' میں نے بہت سی قیامتوں کو ملے کیا۔

وہ ایک لمحے کو سٹپٹا گئیں اور چوری چوری مجھے دیکھ کر ذرا سا مسکرائیں اور انتہائی حیا آلود لہجے میں گویا ہوئیں۔

''کس کا.....؟''

''جان کر انجان بننے کی عادت تو آپ کی پرانی ہے۔'' میں آج طنز کے کوڑے برسائے بغیر تو نہیں رہ سکتا تھا۔ ''بہر حال، ان موصوف کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات تو میں بھی رکھتا ہوں۔ کیا ان صاحب کا تعلق انہی لوگوں سے ہے جو اُس روز آئے تھے اور آپ کو ٹیکنی کلر مس میچ ڈریس پہن کر ان کے سامنے جانا پڑا تھا.....؟''

شاید ان کی انگریزی ''عالم شیر خوارگی'' میں تھی۔ مس میچ سمجھ نہ سکیں اور لجا کر بولیں،

''جی.....''

''خوش ہیں آپ.....؟'' میں جانے کیا چاہتا تھا۔

''یہ کوئی خوشی کی بات ہے.....؟'' معاً ان کی آواز رُندھ گئی۔

مارے خوشی کے میرے حواس جواب دینے لگے، ان کی آنکھوں میں واقعی آنسو تھے۔ گویا جذبات کی سرحدیں آملی تھیں۔ میں جیسے دوبارہ زندہ ہونے لگا تھا۔

''کیوں آپ خوش نہیں ہیں؟ مگر کوئی وجہ بھی تو ہوگی.....؟''

میرے سوالات میں عجلت بے پناہ اور تواتر غضب کا تھا۔

انہوں نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھیں..... آن کی آن میں ناک کی پھننگ لال ہوگئی تھی۔

''اپنا گھر..... اپنے والدین کو چھوڑنا کوئی آسان بات ہے۔ بھائی میاں شادی کی ہامی نہ بھرتے تو کیا بگڑ جاتا۔ سارا کام اماں کو اکیلے کرنا پڑے گا..... یہ سارے لڑکے تو کام بھی بہت پھیلاتے ہیں..... ابا میاں کی آنکھوں میں روزانہ رات کو سرمہ ڈالتی ہوں میرے بعد کون ڈالے گا.....؟ بھائی میاں رات کو دیر تک پڑھتے ہیں۔ انہیں چائے بنا کر کون دے گا..... دادی جان کے سر میں تیل کی مالش کون کرے گا۔ اکیلی امان کیا کیا کام کریں گی اور وہ اِنی (بھائی) جمعے کو میچ کھیلنے جاتا ہے، دیر ہو جاتی ہے، اس کے کپڑے استری کون کرے گا..... کہیں بیچارے کا جمعہ.....''

''بس کریں، یہ تقریریں بند کریں کس قدر ایگزیکٹو شخصیت ہیں آپ اس گھر کی۔'' میری تو جان ہی سلگ کر رہ گئی تھی۔

وہ ہکا بکا میری شکل دیکھنے لگی تھیں۔

''میرے بارے میں بھی کاش آپ کو کوئی فکر ہوتی۔'' میں اپنی فائل اُٹھا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ کی فکر آپ کے گھر والوں کو ہوگی۔ جتنے ناز نخرے چچی جان آپ کے اُٹھاتی ہیں، اتنے تو پورے خاندان میں کسی کے نہیں اُٹھائے جاتے..... آپ تو ناشکرے ہیں۔ اور پھر میں کون سا آپ کے کام کرتی ہوں، آپ تو تھوڑی دیر کے لئے آتے ہیں۔ اور اِنی وِکی کے ساتھ مل کر میری دُرگت بناتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔'' انہوں نے بالٹی میں پورا تل کھول کر شور کر دیا تھا۔

کتنی بے حس ہے یہ لڑکی۔ خدا کرے ایک بار تو یہ بھی اس عذاب سے گزرے جب دلیل ختم ہو اور عقل ہار جائے تو سوائے بددُعا اور گالی کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا، میں نے دُکھ سے

سوچا اور جانے کے لئے اُٹھنے لگا تو وہ اٹھلا کر بولیں۔

''بیٹھئے تو سہی، میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں۔''

''زہے نصیب.....! آج تو آپ مجھے بٹھا رہی ہیں اور چائے بھی پلا رہی ہیں۔ مارے خوشی کے گویا خود ہی اپنے اُصول توڑ رہی ہیں۔'' میں نے پھر طنز کا تیر چلایا۔

''عموماً تو اماں یا دادی جان ہوتی ہیں، وہی آپ کو روک لیتی ہیں آج کوئی نہیں ہے تو ظاہر ہے۔''

وہ کتنی سادگی اور حلیمی سے میرے طعن و تشنیع کا جواب دے رہی تھیں۔ ایک کرب سے آدھا جملہ خود سے کہا اور آدھا انہیں اور چلا آیا۔

♦ ♦ ♦

میری سمجھ میں تو خود اپنی دیوانگی نہیں آتی۔ پرانے وقتوں میں جب ''جلوۂ بے پردہ'' عنقا تھا، اس وقت کے ایسے جنونی عشق سمجھ میں آتے ہیں کہ جلوؤں کی ''قلت'' تھی ''بھاگتے چور کی لنگوٹی'' کے مصداق جو ہاتھ لگتا، وہی تصورات کی دُنیا میں آباد ہو جاتا۔

کالے برقعوں میں لپٹے جلوے..... اجنبی سے زیادہ اجنبی کزنز، مردانے، زنان خانے، مہمان خانے جیسی اصطلاحات آخر اسی دور کی تو ہیں..... کبھی کبھی تو میں نے حیرانی سے سوچا تھا کہ ان وقتوں کے لوگ ''سیلف کنٹرول'' کے معاملے میں اتنے قلاش تھے کہ ''خانے'' بنا کر رکھنا پڑتے تھے۔

لیکن اب جبکہ جس طرف نگاہ اُٹھاؤ جلوؤں کا بحرِ بے کراں ٹھاٹھیں مارتا دکھائی دیتا ہے..... میں انہیں کا تصور اوڑھ بچھا رہا تھا جیسے دُنیا میں اور لڑکیاں نہ رہی ہوں۔ امی نے خود مجھے کتنی لڑکیاں دکھائی تھیں مگر میرا دل ہی میرے بس میں نہیں تھا۔ اب مجھے بھی عشق کے معنی سمجھ آچکے تھے۔ پرانے نامور اور ناکام عاشقوں کے دُکھ محسوس کر کے اپنے طور پر ان سے افسوس بھی کر چکا تھا اور اسی صف بندی میں سب سے آگے نام لکھوانے کی آرزو کر بیٹھا تھا۔

بارہا میں نے یہ سوچا تھا کہ اس ترقی پسند دُنیا میں کس قدر بے کار قسم کا انسان ہوں کہ ایک احمق قسم کی لڑکی کی وجہ سے دُنیا سے ہم آہنگ ہونے سے قاصر ہوں۔

کیا ہم اتنے کمزور ہیں کہ ہمارے جیسے ذی نفس ہمیں ناکارہ بنا کر رکھ دیں.....؟ اور ہمارا ذہن ناکامی کے محور پر گھومتا رہے۔؟

اپنے آپ سے لڑ لڑ کر سمجھا سمجھا کر میں دوبارہ دُنیا سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کرنے لگا تھا مگر میں نے یہ اعلان ضرور کر دیا تھا کہ پرپوزل وغیرہ کا سلسلہ بند کیا جائے میں فی الحال شادی کرنا نہیں چاہتا۔ ابھی مجھے کیریئر بنانا ہے۔

آہ.....! میرا کیریئر تو وہ تھی..... ''خوب بنا گئی''..... اپنی قوتِ ارادی کے بل پر میں یہ صدمۂ جاں کاہ جھیلنے کی قوت حاصل کر چکا تھا اور بہت سے اضافی معمولات بڑھا کر خود فریبی کی گنگا نہا رہا تھا۔

ان کی شادی والے دن میں کوئٹہ میں تھا، کاروباری دورہ تھا (سیلز منیجر کی حیثیت سے) میں اس امدادِ غیبی پر بہت خوش تھا۔

قدرت نے مجھے اپنی ہی نگاہ میں بے وقعت ہونے سے بچا لیا تھا۔ اگر یہاں ہوتا تو کس طرح خود کو آمادہ کرتا.....؟ اور آمادہ نہ کر پاتا تو کتنا کمزور ثابت ہوتا اور کمزوری کے اس ثبوت کے بعد اپنا ہی سامنا کیونکر کر پاتا۔

اللہ کتنا رحیم و کریم ہے..... کتنی سخت آزمائش کے عذاب سے مجھے بچا لیا تھا۔

مگر ایک کوفت مجھے مسلسل تھی۔

کیا دُنیا بھر کی ماؤں کو بیٹوں کے سر پر سہرا سجانے کے علاوہ کوئی موضوع نہیں ملتا؟ امی میری روح کے لئے کانچ کا سفر گویا طے کر چکی تھیں۔ عموماً ان کا موضوع میری شادی بنتا۔ ایک دن میں نے جھلا کر کہا.....

''اس موضوع پر مجھ سے بات نہ کی جائے، میں خود کو ابھی اس جھنجٹ میں پھنسانا نہیں چاہتا اور میری ذہنی حالت ایسی نہیں ہے کہ میں کسی لڑکی کو برداشت کر سکوں۔''

امی ششدر میری صورت دیکھتی رہ گئیں۔ یہ جملہ میرے منہ سے بہت بے ساختہ طریقے سے نکل گیا تھا۔ انہیں حیران ہونا بھی چاہئے تھا۔

چند ثانیے خاموش رہ کر وہ چلی گئی تھیں مگر ان کے چہرے پر سینکڑوں سوال نقش تھے اور میں پچھتاتا رہ گیا تھا کہ جانے وہ اس جملے سے کیا کیا اخذ کریں گی.....؟

خاصے دن خاموشی سے سرکے، مجھے ''اُن'' کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملی۔ آج جمعہ تھا۔

میں فجر کی نماز پڑھ کر دوبارہ سو گیا تھا پھر خوب جمعہ ''منا'' کر اٹھا تو گیارہ بج چکے تھے۔ گھر میں کچھ چہل پہل سی محسوس ہو رہی تھی۔ باتھ روم سے تیار ہو کر باہر آیا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ سبز کامدار ویلوٹ کے سوٹ میں خوبصورت دوپٹہ سر پر جمائے میرے سامنے ''نیلوفر'' تخت پر میری امی کے ساتھ فروکش تھیں۔

شادی کے بعد کی خوبصورت تبدیلی اُن کے چہرے پر تحریر تھی۔ بے نیازی اور اعتماد تو ان کی گھٹی میں پڑا تھا اور اب تو سونے پر سہاگا والی کیفیت ہویدا تھی۔

''السلام علیکم.....! اظفر بھائی.....!''

(کتنے عرصے بعد اپنی ''روح'' کی آواز سنی تھی) بے خبر ہو جانے کو جی چاہا۔

''وعلیکم السلام.....! زہے نصیب.....! غریب خانے پر حاضری کی وجہ.....؟'' میں کچھ کہے بنا باز نہ رہ سکا۔

''اس دولت کدے پر بے وجہ حاضری بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بھی ہمارا گھر ہے۔'' انہوں نے انتہائی مرتب اور مرصع جواب دیا۔ سچ پوچھئے تو میں چکرا کر رہ گیا۔

ان کے تمام حقوق کسی شخص کے پاس محفوظ ہو چکے تھے۔ ان کی شخصیت و ذات پر سرحدیں تعمیر ہو چکی تھیں اور ان سرحدوں کو پار کرنے کے بڑے سخت ضابطے ہوتے ہیں اور کوئی بھی باضمیر انسان ان ضابطوں سے ٹکرانا گوارا نہیں کرتا۔ انہیں جی بھر کر دیکھنے کی خواہش کے باوجود میں نے خود پر قابو پایا۔ اب صرف ایک فرسٹ کزن کی نگاہ کو ویزے کی اجازت تھی..... کسی ''اور'' نگاہ کو نہیں۔

''امی.....! خاطر خواہ تواضع بھی کی مہمان کی یا مٹر چھیلنے کا چارج دیا ہے بطور مہمان نوازی.....؟'' میں نے مسکرا کر خود کو بہلایا۔

''یہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو میزبان کو مہمان بنا کر رکھ دیتے ہیں۔'' امی ہنسیں۔

مجھے امی کی ہنسی کچھ مصنوعی سی محسوس ہوئی۔

''بہت بخت آور ہیں، اس کی سسرال والے۔ لاکھوں میں ایک لڑکی لے گئے ہیں۔ آن

کل تو ایسی لڑکیاں نایاب ہیں۔'' امی کے لہجے میں ایک حسرت سی تھی۔

مجھے امی کے اس انداز پر حیرانی ہوئی۔

دوپہر کا کھانا، انہوں نے امی کے ساتھ مل کر تیار کرایا۔

کیسی کیسی تھی اور کیسی ''اذیت۔''

دوپہر کے کھانے کے بعد نمازِ جمعہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس قدر تو بے ترتیب ذہن تھا، خدا معلوم کیا کیا سرزد ہوا ہوگا۔

مسجد سے واپس آکر میں کچھ ''ریلیکس'' ہونا چاہتا تھا۔ اس لئے اپنے کمرے میں بند ہوگیا اور ایک دلچسپ کتاب کھول کر بیٹھ گیا۔

غالباً ساڑھے تین بجے، سہ پہر کے قریب دروازے پر دستک ہوئی۔

''ہوں.....!'' میں نے ''داخلہ ہارن'' بجا کر نگاہ اُوپر اُٹھائی تو میں چونک پڑا سر پر دوپٹہ سنبھالتی نیلوفر دروازہ بند کر رہی تھیں حالانکہ یہ کوئی چونکنے کی بات تو نہیں تھی۔ ظاہر ہے وہ کزن ہی ہوتی ہیں مگر ان کے چہرے کے تصورات کچھ غیر معمولی تھے۔

''آیئے صاحب، تشریف رکھئے۔'' میں نے مسکرا کر ان کا استقبال کیا۔ ''یہ تو میں پوچھنا ہی بھول گیا، آپ اکیلی کیسے آگئیں۔ آپ تو چھت پر کپڑے ڈالنے بھی اکیلی نہیں آتیں۔''

''وہ ذرا آپ کر گئے تھے۔''

''ارے..... میں تو بھول ہی گیا۔ اب تو آپ بڑے بزنس مین کی بیگم ہیں، کار شوفر سمیت آپ کی دسترس میں ہوگی۔''

''اس میں طنز کی کوئی بات نہیں۔'' وہ نظریں جھکائے اُنگلیاں مروڑ رہی تھیں۔

''ویسے انہیں ہمارا غریب خانہ پسند نہیں آیا؟ انہیں یہاں آنے سے پرہیز ہے۔؟''

''شام کو مجھے لینے آئیں گے پھر بیٹھیں گے۔ انہیں ابھی کہیں ضروری جانا تھا۔''

''مگر فی الحال آپ تو بیٹھ جائیں۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہی ہیں.....؟''

وہ اسی زاویے سے کھڑی رہیں جیسے انہوں نے میری بات سنی ہی نہیں تھی۔

''اظفر بھائی..... !''

''فرمایئے صاحب.....!'' میں ان کی اُلجھن پر حیران تھا (وہ تو بڑی دوٹوک قسم کی ہستی گردانی جاتی ہیں اور حالات و واقعات سے ثابت بھی ہے)۔

''اظفر بھائی..... مم..... مجھے رسوا مت کیجئے۔''

''ہیں.....!'' مجھے جھٹکا سا لگا اور ان کی ذہنی حالت پر شبہ سا ہوا۔ ان کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

''میرا قصور.....؟'' میں آگے جاننے کو بے چین ہوا۔ لہٰذا سوال کر کے سلسلہ بڑھایا تجسس بھی تھا اور استعجاب بھی۔

خدانا خواستہ، میں کیوں انہیں رسوا کرنے لگا.....؟

''اظفر بھائی.....! میں نے تو آپ کے کہنے پر وہ کپڑے بدلے تھے جن میں آپ کی تقویت تھی، وگرنہ آج کی کون سی لڑکی ہے جو رنگوں کا مناسب شعور و ذوق نہ رکھتی ہو۔ مجھے پتا تھا، آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں..... مگر..... اس کے باوجود کہ..... میں آپ کو اُس منزل کا فریب نہیں دے سکتی تھی جہاں تک آپ کے ہمراہ پہنچنا میرے اختیار میں نہیں تھا..... میں اگر چالاک نہیں ہوں..... تو بے وقوف بھی نہیں ہوں..... دُنیا کی کون سی عورت ہے جو اتنے واضح اشاروں کو سمجھنے سے قاصر ہو.....؟ میں نے دادی جان اور ابا جی کی باتیں ایک بار سن لی تھیں۔ دادی جان نے واضح کہہ دیا تھا کہ سمیع چاچا (میرے سوتیلے والد) کے ہاں سے کبھی پیام آیا تو وہ مرتے دم تک ہامی نہیں بھریں گی..... سمیع چاچا نے اُن کی مرضی کے خلاف شادی کی تھی، وہ اپنی لاڈلی پوتی کسی صورت انہیں نہیں دیں گی۔

پھر میں کس بیس پر آپ کا حوصلہ بڑھاتی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اتنے آگے نکل جائیں گے..... ! میرے بڑوں کو مجھ پر اندھا اعتماد ہے۔ میں ان کے مقابل بھی نہیں آسکتی تھی۔ میں آپ کا ساتھ اس لئے بھی نہیں دے سکتی تھی کہ میرے بزرگوں کو مجھ پر بہت مان ہے۔ میں ان کی اس طرح مقروض ہوں کہ بال بال بندھا ہے۔ خدا کے لئے چچی جان کی خواہش پوری کر دیجئے۔ انہوں نے دادی جان اور اماں سے کہا ہے کہ میں نے آپ کو'' وہ رُک گئیں۔ اُن کی آواز بھرا گئی تھی۔

''چچی جان نے کہا ہے، جب سے میری شادی ہوئی ہے، آپ خود کو سزا دے رہے

ہیں۔خدا کے لئے مجھے میرے بزرگوں کی نگاہ میں گرنے سے بچا لیجیے...... چچی جان کو یقین دلا دیجیے کہ مم.... میرا کوئی.....'' موتی ان کے رُخسار پر لڑھکنے لگے۔

میں حیران وششدر ان کو متکلم دیکھ رہا تھا۔

میرے سان وگمان میں بھی نہ تھا.... کہ میری خاموشی کی تحریر جس زبان میں ہے، میری ماں کو اس پر عبور حاصل ہے...... مجھے امی سے شاید اتنی گہرائی کی توقع نہیں تھی۔

''میں نے تو اماں اور دادی جان کو یقین دلایا ہے مگر اس پر مہر آپ کو لگانا ہے۔آپ چچی جان کی خواہش پوری کر دیجیے...... مجھے آزاد کر دیجیے۔'' وہ تیزی سے باہر نکل گئیں۔

مجھے افسوس ہے نیلوفر کہ میری خاموشی تمہاری رسوائی کا ذریعہ ہوئی۔میں اپنی بے خبری پر شرمندہ ہوں، جتنی کہو گی مہریں لگا دوں گا۔

مگر یہ تم میرے ساتھ کیا کر گئی ہو......

میری ایک ''ہاں'' تمہاری آزادی ہے، تو میری قید ہے۔ مجھے انکشاف کے اندھے کنوئیں میں اُتار گئی ہو۔

اب رہائی کیونکر ہو......؟ سلگتا سگریٹ میری اُنگلیوں تک راکھ ہو رہا تھا۔

⌘ ⌘ ⌘